© rasailojaraid.com

سفرنامہ

ادخلوا مصر ان شاء اللہ آمنین

شہر پیغمبراں......وسفیرانِ امن

ہم نے اپنے میزبان محترم سے پوچھا کہ یہ کیا سلسلہ ہے تو انہوں نے بتایا کہ یہاں لوگ اخوان المسلمین کے دینی پروگراموں میں جانے سے کتراتے ہیں کہ کہیں مخابرات (خفیہ والے) ان کی رپورٹ نہ کردیں اس لئے دینی پروگراموں میں انہیں لانے کے لئے کچھ مالی اعانت کرنا پڑتی ہے تاکہ یہ تنظیم سے جڑے رہیں۔ میں نے کہا صاحب یہ بھی خوب ہے کہ تنظیم کچھ دیتی ہے، ہمارے ہاں تو کم وبیش سب تنظیمیں (چندہ) لیتی ہیں۔ ہمارے میزبان کے برابر بیٹھے ہوئے شیخ ابوعزت نے کہا آپ کے ہاں بھی یہ رواج پایا جاتا ہے اور میں نے لاہور میں اپنے پی ایچ ڈی کے سلسلہ میں قیام کے دوران ایک جماعت کے بعض کارکنان کے ساتھ کچھ وقت گزارا ہے انہیں بھی وظیفہ ملا کرتا تھا۔ اور وہ مجھے بھی اکثر اپنے حلقوں میں دینی لیکچرز کے لئے لے جایا کرتے تھے۔

اخوان المسلمون مصر کی جدید فکر کی حامل مذہبی جماعت ہے اس کا اور ہماری جماعت اسلامی کا قارورہ ملتا ہے۔ کیونکہ وہ سید قطب کی فکر کے علم بردار ہیں اور ہماری جماعت اسلامی مولانا مودودی کی فکر کی......اور شیخ رشید رضا، سید قطب، جمال الدین افغانی اور حسن البناء پر دونوں جماعتوں کے عقائدی و فکری ڈانڈے مل جاتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے قارئین کو اخوان المسلمین کے قیام کا پس منظر بتاتے ہوئے بانی اخوان اور اخوان المسلمین کا مختصر سا تعارف کراتے چلیں۔

ڈاکٹر محمد شوقی ذکی کے بقول اخوانی دعوت کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعوت سب سے پہلے مرحوم حسن البناء کا نتیجہ فکر تھی۔ موصوف کے لڑکپن میں ان کے ساتھ اس دعوت نے نمو و پرورش پائی، اپنے اولین دور میں وہ فسق وفجور اور بے حیائی کے خلاف بغاوت کے ایک چنگاری تھی جس نے نوعمر حسن البناء کے دل میں جو ابھی ایک ابتدائی مدرسہ (مدرسہ رشادیہ دینیہ) کے طالب علم تھے، نہر محمودیہ کے کنارے ایک بادبانی کشتی کے مستول پر آویزاں خلاف تہذیب برہنہ مجسمے دیکھنے پر بغاوت کی آگ بھڑکا دی سلیم الفطرت بچہ فوراً پولیس اسٹیشن پہنچتا ہے اور اظہار نفرت کے ساتھ واقعہ کی اطلاع دیتا ہے۔ نیک دل تھانیدار بچے کی اس ایمانی غیرت سے متاثر اور اس کے مطالبے پر لبیک کہتا ہوا فوراً موقع پر پہنچتا ہے، مالک

☆......نبینی کہ چون گربہ عاجز شود ☆☆☆ برآرد بہ چنگال چشم پلنگ......☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کشتی کو تنبیہ کرتا اور مجسمہ اتارنے کا حکم دیتا ہے اور اس طرح بچہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

ایمانی بغاوت کی یہ آگ جو ایک چھوٹے بچے کے دل میں بھڑکی تھی برابر جلتی رہی اور تادم زیست ایک لحظہ کے لئے کبھی ٹھنڈی نہ ہوئی۔ مرور زمانہ کے ساتھ ایمان کا یہ مقدس شعلہ ان کے اندر اور پرسوز ہوتا گیا جس کو بعد میں وہ اپنی حیات آفریں عبارتوں میں منتقل کرتے چلے گئے جس کا اندازہ ان کے بعض اس طرح کے جملوں سے ہوتا ہے۔ ''ہمارے اور دوسرے لوگوں کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ ان کا ایمان اونگھتا ہوا، سوتا ہوا ہے، جس کی نہ بات ماننے کے لئے وہ تیار ہیں اور نہ اس کے مطابق عمل کرنے کیلئے، جبکہ یہی ایمان اخوان کے پہلوؤں میں زندہ و بیدار، قوی اور بھڑکتا ہوا پرسوز ایمان ہے۔''

یہ حسن اتفاق ہی کا کارنامہ تھا کہ ان کے لئے ''مدرسہ رشاد دینیہ کا انتخاب ابتدائی درسگاہ کی حیثیت سے ہوا، تاکہ ابتدا ہی سے وہ اس عظیم ترین مہم کے مناسب تربیت پاسکیں جو ان کی منتظر تھی، یعنی مصر کی سب سے زبردست دینی تحریک ''اخوان المسلمین'' کی رہنمائی و صدارت کی ذمہ داری سنبھالیں، اور اخوان کے ''مرشد عام'' قرار پائیں۔

پھر جب وہ دمنہور (۱) کے ٹریننگ اسکول میں داخل ہوئے اور سلسلہ ''حصافیہ'' (۲) سے تعلق کے بعد اپنے شیخ سے متاثر ہوئے تو ان کے خیالات میں کچھ اور ترقی ہوئی، اب انہوں نے اپنے حصافی (۳) بھائیوں کے ساتھ مل کر ''انجمن حصافیہ اصلاحیہ'' قائم کی اور خود اس انجمن کے سیکرٹری کے فرائض انجام دیئے۔

دمنہور کے ٹریننگ اسکول میں تعلیم ختم کرنے کے بعد جب وہ قاہرہ آئے اور ''مدرسہ دارالعلوم العلیا (۱) میں داخل ہوئے تو یہاں ''جمعیۃ مکارم اخلاق اسلامیہ'' میں شامل ہو گئے۔ اس وقت قاہرہ میں یہ تنہا ایک دینی جماعت تھی۔ حسن النباء پابندی سے اس جمعیت کے لکچروں میں شریک ہوتے رہے اور بعض مساجد میں ممتاز باعمل علماء کے مواعظ میں حاضری دیتے رہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تحریک اخوان کا خیال ان کے دماغ میں اس وقت سے جاگزین اور واضح ہو چکا تھا جب وہ دارالعلوم میں طالب علم تھے۔ ان کے والد احمد عبدالرحمٰن البنا (۱) ایک مشہور محقق عالم ہیں، حدیث میں جن کی مؤلفات بہت زبردست مقام رکھتی ہیں (الفتح الربانی شرح مسند الامام احمد بن حنبل اور مسند شافعی سے کون واقف نہیں) اس طرح حسن البنا کی سیرت کی تشکیل اور دعوت دین کے میلانات کی تربیت میں ماحول کے مخصوص عوامل کے ساتھ خاندانی اور وراثتی عوامل بھی کارفرما رہے۔

☆ اعلمه الرماية كل يوم...... فلما اشتد ساعده رماني ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۲۷ء میں حسن البنا نے دارالعلوم سے ڈپلومہ حاصل کیا۔ کالج سے نکلنے کے ساتھ ہی وہ اسماعیلیہ (۱) کے گورنمنٹ پرائمری سکول میں مدرّس مقرر کردیئے گئے۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۲۷ء کو وہ اسماعیلیہ روانہ ہوگئے۔ اس وقت ان کی عمر صرف اکیس سال تھی۔ اسماعیلیہ کے قیام میں ان کے دل پر برطانوی چھاؤنیاں اور ''نہر سویز کمپنی'' اس کا بالترتیب مظہر تھیں، دوسری طرف ان کے لئے یہ چیز بھی بڑی الم انگیز ہوئی کہ شہر کے مسلمان فروعی دینی اختلافات اور گروہی تعصب کی وجہ سے ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ان حالات سے متاثر ہوکر وہ مسجد کے حاضر باشوں سے ہٹ کر ہوٹلوں (ریستورانوں) میں آنے جانے والوں کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ مطابق مارچ ۱۹۲۸ء میں حسن البنا نے اپنے مکان پر حضرات حافظ عبدالمجید، احمد الحصری، فواد ابراہیم، عبدالرحمٰن حسب اللہ، اسماعیل غرز کی مغربی سے ملاقات کی۔ یہ چھ غیور مسلمان جذبہ عمل سے سرشار تھے اور اسلام کی سربلندی کے لئے کسی عملی پروگرام کے طالب وجویا۔ سوال پیدا ہوا کس نام سے ہم اپنے کو موسوم کریں؟ انجمن، کلب، سلسلہ، یونین، یا کچھ اور تاکہ ہم ایک قانونی حیثیت حاصل کرسکیں جس کا جواب حسن البنا کی طرف سے یہ تھا کہ نہ یہ نہ وہ۔ اسماء ومظاہر پر ہماری نظر نہ ہونا چاہیئے ہمارے اس پہلے اجتماع کی بنیاد ایک مخصوص طرز فکر اور عملی ومغوی حقائق ہونا چاہئیں۔ ہم اسلام کی خدمت میں باہم دگر بھائی بھائی ہیں، سو ہم الاخوان المسلمون ہیں اور یہ کافی ہے۔

اس طرح اچانک جو خیال آیا تھا وہ ایک مستقل نام ہوگیا۔ ان چھ افراد سے اخوان المسلمین کی اولین تشکیل ہوئی جو ایک مخصوص طرز فکر وطریقہ حیات اور مذکورہ نام کے حامل تھے۔ اس طرح اخوان المسلمین کی تحریک کا بیج ان چھ مسلمانوں کے نفوس میں پڑا۔ اخوانیوں پر مختلف ادوار میں سرکاری سطح سے پابندیاں عائد ہوتی رہیں۔ ان کے متعدد سربراہوں اور سرکردہ افراد کو قید وبند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا اور بعض کو تو جان سے ہاتھ دھونا پڑے، کیونکہ یہ ایک مذہبی قوت کے طور پر ابھر رہے تھے جو سیکولر عناصر کے لئے کسی صورت قابل قبول نہ تھی۔ ۱۹۸۷ء میں اخوان المسلمین نے حزب العمل اور حزب الاحرار کے ساتھ مل کر عام انتخابات میں حصہ لیا اور ۳۶ سیٹیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ان ارکان نے مجلس الشعب (قومی اسمبلی) میں حزب اختلاف کا بھرپور کردار ادا کیا۔ ۱۹۹۰ء کے انتخابات کا بائیکاٹ کیا گیا۔ ۱۹۹۳ء میں صدر حسنی مبارک کے تیسری بار صدر بننے کے خلاف احتجاج کے نتیجہ میں اخوانیوں کے ۸۲ کارکنوں اور رہنماؤں پر فوجی عدالتوں میں مقدمات قائم ہوئے جن میں سے ۵۴ کو جیل کی سزا ہوئی۔

آج کل مصر میں اخوان المسلمین ہی کی حکومت ہے۔ مگر یہ حکومت اتنی کمزور ہے کہ فریضہ نماز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو بھی فریضہ کے طور پر عوام پر نافذ کرنے اور اقامت صلوٰۃ کے حوالہ سے اتنا کام کرنے سے بھی عاری ہے جتنا مرحوم صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے اکیلے کر ڈالا۔ اخوان المسلمین کو مصر میں اقتدار تو مل گیا ہے مگر اقتدار کی مہار تا حال کسی اور کے ہاتھ میں ہے۔

مصر کی بعض ان مساجد کی زیارت کا موقع بھی ملا جہاں اخوانیوں کی اکثریت ہے اور ان مساجد میں ان کے دروس قرآن کے سلسلے قائم ہیں۔ ایک روز ایک مسجد میں نماز ادا کر کے ہم نکل رہے تھے کہ ایک صاحب نے پر جوش سلام و مصافحہ کیا اور کہنے لگا۔ انت باکستانی......؟ ہم نے کہا نعم...... کہنے لگا باکستان اسلام مضبوط...... پھر اس سے تفصیلی بات چیت کے لئے ایک قریبی ہوٹل (قہوہ) میں ہم بیٹھ گئے۔ تو اس نے کہا کہ یہاں داڑھی والوں کا مراقبہ کیا جاتا ہے (یعنی ان پر نظر رکھی جاتی ہے) آپ کب سے ادھر ہیں؟ ہم نے کہا یہی کوئی ہفتہ بھر سے کہنے لگا محتاط رہیں کہ ہماری حکومت ہر داڑھی والے شخص کو اپنا دشمن خیال کرتی ہے۔

مصر پیغمبروں کا شہر (ملک) ہے اور یہاں کے بعض لوگ تو حقیقتاً اسرائیلی (یہودی) ہیں جبکہ بعض بنی اسرائیل کی باقیات ہیں۔ شاہ مقوقس مصر کو جناب رسالت مآب ﷺ نے اسلام کی دعوت پر مبنی جو خط تحریر فرمایا تھا اس کی برکت سے اہل مصر کا رشتہ اہل اسلام سے اسی وقت قائم ہو گیا تھا۔ اگر چہ شاہ مصر نے اس وقت اسلام تو قبول نہ کیا، تاہم سفیر اسلام کا اعزاز و اکرام اور اللہ کے رسول کی عزت و توقیر جس طرح سے کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس نے حضور کے گرامی نامہ کو ہاتھی دانت سے بنی ایک خوبصورت ڈبیا میں سجا کے رکھا۔ دو کنیزیں ایک خچر اور خلعت فاخرہ پیش کی، ان کنیزوں میں سے ایک سیدہ ماریہ قبطیہ ہوئیں جو حضور ﷺ کے حرم میں داخل ہو کر حضرت ابراہیم بن محمد کی ماں بننے کا شرف پا گئیں اور دوسری کنیز سے حضرت حسان کا نکاح ہوا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اسلام نے بابِ مصر پر دستک دی تھی۔ مصر اس وقت شہنشاہ روم کے تابع تھا اور افریقہ میں عیسائیت کا مرکز بھی...... حضرت حاطب بن ابی بلتعہ سفیر اسلام بن کر مصر گئے تھے، نامہ مبارک انہی نے شاہ مصر کو پیش کیا تھا، مورخ واقدی کا بیان ہے کہ ایک شب شاہ مصر نے حضرت حاطب سے ملاقات میں کہا لولا الملک (یعنی ملک الروم) لاسلمت...... اگر شہنشاہ روم کا ڈر نہ ہوتا تو میں مسلمان ہو جاتا اور ایک روایت کے مطابق اس نے کہا میں اس نبی محترم کا منتظر تھا اور میرا خیال تھا کہ ان کا ظہور شام میں ہوگا۔ اگر مجھے میری بادشاہت کے جاتے رہنے کا خوف نہ ہوتا تو میں ابھی اسلام قبول کر لیتا۔

☆ الاعمال بخواتمها...... شاهنامه آخرش خوش است ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہر کیف مصر کی فتح کا سہرا حضرت عمرو بن عاص کے سر بجتا تھا۔ وہ ذوالحجہ کے مہینے میں فلسطین سے مصر کی جانب متوجہ ہوئے اور یہ ۱۹ ہجری یعنی ۶۴۰ عیسوی کی بات ہے۔ نماز عید الاضحیٰ کے بعد انہوں نے مصر کی جانب پیش قدمی کی اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پیشگی اجازت لے کر انہوں نے مصر کا رخ کیا تھا اس اجازت کے وقت ایک دلچسپ صورت حال پیدا ہوئی۔ امیر المؤمنین بلا خلاف حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ وعن اولادہ) نے حضرت عمرو بن العاص سے فرمایا تو مصر کی جانب روانہ ہو جاؤ اور میں استخارہ کرتا ہوں۔ اگر مجھے استخارہ میں مصر پر حملہ کی تائید ملے گی تو تمہیں مطلع کروں گا اور اگر معاملہ برعکس ہوا تو بھی تمہیں اطلاع دی جائے گی۔ تم میرے خط کا انتظار کرنا لیکن اگر تم میرا خط ملنے سے پہلے مصر میں داخل ہو چکو تو اللہ کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے پیش قدمی جاری رکھنا اور اگر تمہارے مصر میں داخل ہونے سے قبل میرا خط مل جائے اور واپسی کا حکم ہو تو وہیں سے واپس لوٹ آنا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت عمرو ابن العاص کو فتوحات کا بہت شوق تھا، وہ مصر کی مضافاتی بستیوں کے قریب تھے کہ امیر المؤمنین کا نامہ بر آ گیا، حضرت عمرو بن العاص اس سے باتیں کرتے کرتے آگے بڑھتے رہے اور خط نہیں لیا۔ تا آنکہ مصر کی ایک بستی عریش میں داخل ہو گئے۔ پھر خط لیا کھولا تو حکم واپسی کا تھا۔ مگر آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھ سے امیر المؤمنین نے عہد لیا تھا کہ اگر میرا خط ملنے سے پہلے تم مصر میں داخل ہو چکو تو اللہ کا نام لے کر پیش قدمی جاری رکھنا۔ سو تم جانتے ہو کہ یہ بستی (عریش) مصر کی ایک بستی ہے۔ لہٰذا اللہ کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہو۔ پھر زمانے نے دیکھا کہ مصر فتح ہو گیا۔ اور اسے فتح کیا سفیرانِ امن نے ...... رسول اللہ ﷺ کے غلاموں نے ...... اسلام کے شیروں نے ......

اللہ اکبر ...... ہماری خوش قسمتی کی بھی کوئی انتہا ہے کہ ہم آج اس مصر میں ہیں جو مرادِ رسول سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں فتح ہوا اور جسے حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ کوئی اجنبی سرزمین نہ ہو بلکہ اپنا ہی دوسرا گھر ہو۔ لوگ ملنسار، تکلفات سے بے نیاز، کھلے ڈلے مزاج کے مالک، محبت کرنے والے، ان تمام خوبیوں سے مزین جو ہمارے برصغیر کے معاشرے کی ہیں۔ اور انہی عادات کے مالک جو ہمارے ملک وقوم کے لوگوں کی ہیں۔ خوبیاں بھی ویسی اور بشری کمزوریاں بھی اسی طرح کی۔ بعض معاملات میں وہ ہم سے آگے اور بعض میں ہم نے خود کو ان سے آگے پایا۔ (ساتھ رہیے گا، سفر جاری ہے......)

☆الی ان یجیئ الترياق من العراق لمات الملسوع ☆

© rasailojaraid.com